ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

جیلانی بانو کے افسانوں میں نسوانی کرداروں کا تنقیدی جائزہ

Muhammad Saleem Akhtar
Mazhar Riaz
Dr. Rafia Malik
MPhil Scholar, NCBA &E, Sub Campus, Multan
MPhil Scholar, NCBA & E, Sub Campus, Multan
Assistant Professor, Department of Urdu, NCBA&E , Sub Campus ,Multan

Abstract:
Jilani Bano was a famous writer Urdu language. She was born in14 July 1936.She start writing in 1956 her first story Aik nazar ider bhi. She was great feminist. She writes about women rights. She writes about Deccan civilization and culture. Jilani Bano is one of the best short story writers who expressed the feminist approach in her short stories. She pointed out the social exploitation which every women face every day from dawn to dusk. The literature is filled with examples, where women have complained of their subdued status, yet it is important to understand that in order to develop a healthy society. It is essential to encourage the growth of individuality amongst women.
Keyword: Jilani bano, short story, urdu literature.

جیلانی بانو اردو کی معروف مصنفہ ہیں وہ 14 جولائی 1936ء کو بدایوں (اترپردیش) میں پیدا ہوئیں ان کے والد حیرت بدایونی کو بھی اردو ادب سے بہت لگاؤ تھا وہ فارسی اور عربی کے عالم اور شاعر تھے اور کلاسیکل موسیقی کا انہیں بہت شوق تھا۔

"ہمارے ابا اگرچہ فارسی اور عربی کے عالم اور شاعر تھے لیکن انہیں کلاسیکل موسیقی کا بہت شوق تھا وہ گاتے نہیں تھے۔ لیکن ہمارے گھر میں راگ رنگ کی محفلیں سجا کرتی تھیں اور کلاسیکل گلوکار وہاں آتے رہتے تھے۔ کلاسیکل فنکار روشن علی اور حیدر آباد سے تعلق رکھنے والے عارف رؤف وغیرہ ہمارے گھر موسیقی کی محفلیں سجاتے تھے۔"(1)

اردو ادب سے لگاؤ جیلانی بانو کو اپنے والد سے ورثے میں ملا ان کی پرورش خالص ادبی ماحول سے ہوئی۔ اپنے وقت کے بڑے مصنفین مثلاً سجاد ظہیر، مخدوم محی الدین، جگر مراد آبادی، کرشن چندر اور مجروح سلطان پوری وغیرہ کا ان کے گھر آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اس ادبی ماحول نے ان کی تربیت اور شخصیت کی نشوونما میں اہم کردار ادا کیا۔ ابتدائی عمر سے ہی انہوں نے سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، میر تقی میر، غالب، اقبال، گورکی، چیخوف، موپساں، بیدی، فیض احمد فیض، مجاز، قرۃ العین حیدر اور احمد ندیم قاسمی سمیت تمام بڑے بڑے ادبا کا کام پڑھ ڈالا۔ ان عظیم مصنفین کی تخلیقات کے مطالعے نے ان کے ادبی صلاحیتوں کو خوب جلا بخشی لیکن انہوں نے اپنا ایک مخصوص طرز تحریر اپنایا اور کسی بڑے مصنف کی نقل نہیں کی روزنامہ ایکسپریس کے سوال کہ آپ کسی ادیب سے متاثر ہیں کا جواب دیتی ہیں:

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

"میں کسی خاص لکھنے والے سے متاثر نہیں ہوں مجھے سبھی اچھے لگتے ہیں فیض صاحب بھی مجھے اچھے لگتے ہیں۔ میں نے ایسے ادیبوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہے اس زمانے کے ادیبوں میں یہ حوصلہ تھا کہ وہ نئے لکھنے والوں کو سراہتے تھے۔ ہماری پہلی یا دوسری کہانی پڑھ کر فیض صاحب نے ہمیں خط لکھا تھا نئے لکھنے والوں کو سینیئر بھلا کہاں تعریفی ہی لکھتے ہیں"۔(2)

جیلانی بانو نے 1952ء میں لکھنا شروع کیا۔ ان کی پہلی کہانی "ایک نظر ادھر بھی "1952ء میں ادب لطیف میں شائع ہوئی۔

"میری پہلی یا دوسری کہانی پڑھ کر فیض صاحب نے مجھے تعریفی خط لکھا تھا۔(3)"

"میں نے کسی سے اثرات قبول نہیں کیے البتہ کیا لکھنا ہے کیسے لکھنا ہے مجھے عصمت آپا نے سمجھایا۔(4)"

جیلانی بانو نے جب لکھنا شروع کیا تو شروع شروع میں انہیں بھی بہت مشکل حالات اور رویوں کا سامنا کرنا پڑا کہ لڑکی ہو کر کیا لکھ رہی ہے۔ جیلانی بانو نے جب لکھنا شروع کیا تو اپنی آپا سے جو کہانیاں یا جو حالات سنتی تھیں وہ کہانیوں میں لکھتی تھیں۔ جیلانی بانو کی آپا کا پورا خاندان کسان طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے وہ جیلانی بانو کو کسانوں کے مسائل سناتی تھی جیلانی بانو نے کسانوں کے مسائل پر کہانی لکھ کر ادب لطیف کو بھجوا دی جب اس وقت کے ترقی پسند ادیبوں نے وہ کہانی پڑھی تو ان کے والد کے دوست مخدوم محی الدین کے پاس گئے کہ آپ اس لڑکی کو روکیں۔ لڑکی ہو کر کیا لکھ رہی ہے بھلا اسے کسانوں کے مسائل کا کیا پتہ لکھنا ہی ہے تو عورتوں کے مسائل پر لکھے۔ جب وہ کہانی جیلانی بانو کے والد ین نے پڑھی تو انہیں خوب ڈانٹا

"اس کے بعد بابا نے مجھ سے کہا یہ تم نے کیا بکواس لکھ دی ہے تم کیا جانو کہ کسان کیا کر رہے ہیں تم نے ادب لطیف کو کہانی بھیج دی اور مجھے بتایا تک نہیں کہ نہیں اس طرح ہمارے ابا نے ہمیں خوب ڈانٹا۔(5)"

جیلانی بانو سے انٹرویو لیتے ہوئے شفیع موسیٰ منصوری نے سوال کیا کہ آپ کو افسانہ لکھنے کا خیال کیسے آیا جس کے جواب میں وہ کہتی ہیں کہ ان کے والد شاعر تھے ان کے گھر میں ادبی محفلیں ہوا کرتی تھیں بڑے بڑے ادیبوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ جنہیں دیکھ کر اور ان سے باتیں کر کے لکھنے کے لیے حوصلہ بلند ہو گیا۔

افسانے لکھنے کا خیال کیسے آیا یہ تو نہیں بتا سکتی البتہ ہمارے ابا شاعر تھے اور ان کے پاس بہت سے شعراء کرام آتے تھے انہیں دیکھ کر ہمیں بھی شاعری کا شوق ہوا۔ ہم بیت بازی میں حصہ لیتے تھے ہم سوچتے تھے کہ شعر تو اتنا سا ہے لیکن اس کا مطلب کتنا بڑا ہے۔ پہلے ہم بچوں کے رسالے تارے، کھلونا وغیرہ میں کہانیاں لکھتے تھے، پھر ذرا بڑے ہوئے تو افسانے لکھنے لگے۔(6)"

جیلانی بانو نے جب اپنی پہلی کہانی ادب لطیف کو بھیجی تو نہایت رازداری کے ساتھ تاکہ اگر واپس بھی لوٹے تو جگ ہنسائی نہ ہو۔ مگر وہ کہانی چھپ گئی تو ان کا حوصلہ بلند ہو گیا اور انہوں نے فوراً اپنی دوسری کہانی "سویرا" کو بھیجی جو شائع ہو گئی اور ساتھ ہی اپنا تعارف بھی دیا کہ لکھنے والوں کو پتہ ہو کہ وہ افسانہ نگاری آ گئی جس کا انتظار تھا انہوں نے اپنی تیسری کہانی "شاہراہِ" دہلی کو بھیجی۔ چار کہانیاں جیلانی بانو نے بغیر کسی فرمائش کے رسالوں کو بھیجی جو فوراً شائع ہو گئی۔ جیلانی بانو کہتی ہیں کہ جب تک وہ کچھ لکھ نہ لیں انہیں کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

جیلانی بانو کو اپنے والد کے ساتھ ساتھ دوسرے بہت سے لوگوں سے بھی بھرپور رہنمائی ملی۔ عظمت چغتائی اور احمد ندیم قاسمی نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ عظمت چغتائی انہیں بیٹی سمجھتی تھی۔ عظمت چغتائی نے نہ صرف جیلانی بانو کو لکھنا سکھایا بلکہ انہیں کھانا بنانا بھی سکھایا۔ شادی کے بعد بھی جیلانی بانو کو کھانا بنانا نہ آتا تھا جب کہ عصمت چغتائی ان کے گھر آتی تھیں تو وہ خود کھانا بناتی تھیں۔ عصمت چغتائی سے ملنے ملانے میں لکھنے پڑھنے اور سیکھنے کا سلسلہ جاری رہا۔ جیلانی بانو کی شجرہ آفاق تحریر "موم کی مریم" نے

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
GUMAN
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

ماہنامہ "سویرا" میں شائع ہوتے ہی انہیں شہرت کی بلندوں پر پہنچادیا۔ان کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ "روشنی کا مینار" اور پہلا ناول "ایوان غزل" تھا۔"روشنی کا مینار" 1958ء میں شائع ہوا اور "ایوان غزل 1977ء میں شائع ہوا۔

"ندیم بھائی (احمد ندیم قاسمی) ہی نے مجھے صحیح راہ دکھائی انہوں نے میرے افسانوں کا مجموعہ روشنی کے مینار اپنی نگرانی میں چھپوایا تھا"۔(7)

جیلانی بانو اردو کی ہمہ جہت ادیبہ ہیں۔انہوں نے نثر کی تمام اصناف پر طبع آزمائی کی ہے اس کے علاوہ انہوں نے کتابوں پر تبصرے بھی کیے۔روزنامہ سیاست میں کالم "شیشہ و شیشہ" بھی لکھا ہے۔ مختلف اخبارات ور سائل میں ان کی تخلیقات شائع ہوتی ہیں۔جیلانی بانو ملک و بیرون ملک میں اپنی پہچان رکھتی ہیں۔انہوں نے شاعری بھی کی، سٹیج ڈرامے بھی لکھے،افسانے بھی لکھے، ناول بھی لکھے غرض ہر شعبے میں انہوں نے طبع آزمائی کی۔ بچپن سے ہی وہ اسی ماحول کا حصہ رہی ہیں وہ اپنی آپ بیتی میں لکھتی ہیں۔

"ادھر ہم ہیں کہ بڑے فنکاروں کے انداز میں اسکیچ بنانے کے مقابلے کر رہے ہیں کبھی پتنگ کی نمائش ہو رہی ہے میوزک
کنسرٹ منعقد کیے جا رہے ہیں قلمی رسالے اور اخبار شائع ہو رہے ہیں اور ایک دوسرے کے پول کھولے جا رہے ہیں۔
صحافتی میدان میں اتنے اصول پرست اور وسیع النظر صحافی کبھی نہ آئے ہوں گے جیسے ہمارے دور میں تھا"۔(8)

جیلانی بانو کی پہلی کہانی "ایک نظر ادھر بھی" 1952ء میں شائع ہوئی۔اس کے بعد ان کی شہرہ آفاق تحریر "موم کی مریم" ماہنامہ سویرا میں شائع ہوئی۔

"روشنی کا مینار" ان کا پہلا افسانوی مجموعہ تھا ان کی کہانیاں ہمارے معاشرتی رویوں کے عکاسی کرتی ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں زیادہ تر معاشرے کے کرداروں کو موضوع بنایا ہے وہ مرد یا عورت کی تفریق نہیں کرتی بلکہ جو جہاں غلط ہوتا ہے بیان کرتی ہیں۔اس کے بعد اس کے دو افسانوی مجموعے "نروان" اور "نغمے کا سفر" شائع ہوئے۔ تین ناولٹ "جگنو اور ستارے" 1964ء میں شائع ہوئے اور ایک ناول "ایوان غزل" 1977ء میں شائع ہوا جیلانی بانوں کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ وہ انتہا پسندی کے خلاف ہیں اور انسان دوستی پر یقین رکھتی ہیں وہ اپنے آپ کو کسی مکتبہ فکر سے زیادہ قریب محسوس نہیں کرتیں بلکہ وہ ہر موضوع پر لکھتی ہیں۔انہوں نے متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی عورتوں کے مسائل پر بہت کچھ لکھا ہے عورتوں میں توہم پرستی عام ہے اس پر بھی انہوں نے خوبصورت افسانہ "اسکوٹر والا" لکھا ہے جو اس قدر مشہور ہوا کہ اس کا ہر زبان میں ترجمہ ہوا۔جیلانی بانو کے نزدیک خواتین پاکستان اور انڈیا کے تعلقات بہتر بنانے میں بہترین کردار ادا کرسکتی ہیں۔انڈیا پاکستان کے مسائل کو بھی وہ اپنے افسانوں میں بیان کرتی ہیں وہ پاکستانی خواتین کے مسائل جاننا چاہتی ہیں وہ کیا لکھ رہی ہیں اور کون سے مسائل ہیں جن پر پاکستانی اور ہندوستانی خواتین مل کر کام کرسکتی ہیں۔ بہتری کی کوئی راہ نکال سکتی ہیں۔وہ چاہتی ہیں ان مسائل پر تمام لوگ مل کر سوچیں اور روشنی ڈالیں۔ان کے نزدیک ایک ادیب قانون صرف آج کے بارے میں نہیں سوچتی بلکہ آنے والے کل کو بھی مد نظر رکھتی ہیں اور اپنی تحریک کے چراغوں سے روشن کرتی ہیں۔آج ہمارے چاروں اطراف خوف، دہشت اور ناانصافی بڑھ رہی ہے۔ہمیں آج ان مسائل سے اکیلے نہیں نمٹنا بلکہ سب کو مل جل کر آنے والے دنوں میں محبت اور امن قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جیلانی بانو نہ صرف اردو ادب میں مقام رکھتی ہیں بلکہ اپنی تحریروں اور موضوعات کی وجہ سے ہر زبان میں ان کی اہمیت بدرجہ اتم ہے۔جیلانی بانو نے ہر موضوع پر لکھا ہے، ہر طبقے پر لکھا، مرد عورت میں تفریق نہیں کرتیں بلکہ جہاں بھی غلطی محسوس کرتی ہیں وہیں رکتی ہیں اور مسائل کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اس کا ادراک بھی کرتی ہیں۔جیلانی بانو کے لکھنے لکھانے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور وہ اپنے موضوعات اور فنی پختگی کے ساتھ مسلسل آگے کی طرف رواں دواں ہے۔جیلانی بانو اردو افسانے کی مستحکم اور معتبر آواز ہے۔ان کا شمار ان چند افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے جن کی بدولت اردو افسانوں کو استحکام اور اعتبار حاصل ہوا ہے۔ان کی فنی ریاضت و منزلت ایک طویل عرصے پر محیط ہے اس دوران نہ رکی ہیں نہ ان کا سانس اکڑا ہے بلکہ وہ استقامت کے ساتھ نئی راہوں سے گزرتی ہوئی انجانی منزلوں کی طرف قدم بڑھاتی رہی ہیں ان کے افسانوں میں تواتر اور تنوع کا احساس ملتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

جیلانی بانو نے حیدر آباد کی مٹتی ہوئی تہذیبوں کا حال بیان کیا۔انہوں نے اس ماحول کو اندر سے دیکھا اور اس کے بارے میں لکھا۔ان کا نقطہ نظر اس کے بارے میں تنقیدی ہے ان کے مشاہدے میں باریک بینی کے ساتھ ساتھ مفروضیت بھی شامل ہے جیلانی بانو اپنی کہانیوں کے حوالے سے نئی عورتوں کے دیباچے میں لکھتی ہیں۔

"میں نے یہ کہانیاں نہیں لکھی تین لکیر کھینچی ہیں تاکہ دنیا کی سب ستائیں امن اور حفاظت کے حصار میں رہیں اور ساری دنیا کے روانوں کی آنکھوں میں مرچیں بھر کے انہیں لٹکا دیا جائے "۔(9)

جیلانی بانو کے موضوعات کے حوالے سے ڈاکٹر انوار احمد لکھتے ہیں:

"جیلانی بانو کے ہاں عموماً متوسط طبقے کے ہندوستانیوں کی اہلیہ اور اجتماعی زندگی کے دکھ سکھ پیش کیے جاتے ہیں مگر جیسے میں نے عرض کیا خالص انسانی سطح پر البتہ جب کبھی وہ رشتوں اور رسموں کے حوالے سے منقسم خاندانوں کی بات کرتی ہیں یا جاگیرداری کے زوال کا ذکر چھیڑتی ہیں تو ان کے کرداروں کا ماحول اور طبقاتی رویہ ابھر کر سامنے آتا ہے "۔(10)

جیلانی بانو کے بے مثال افسانے الحمد پبلیکیشن لاہور سے 2014ء میں شائع ہوئے اس میں 29 افسانے شامل ہیں۔ پیش لفظ محمد موسیٰ نے لکھا ہے۔ جنہوں نے جیلانی بانو کے افسانوں کی ترتیب و انتخاب کیا ہے۔

'ایک دن کیا ہوا" اس مجموعے کا پہلا افسانہ ہے۔یہ افسانہ حقیقت سے قریب تر ہے۔جیلانی بانو کے زیادہ تر افسانے نسوانی موضوعات پر ہیں انہوں نے عورت کے غم ،دکھ، درد کو بیان کیا اور مرد کی بے وفائی کو بھی۔

"ایش ٹرے میں سلگتا ہوا سگریٹ بڑوں کے تجربوں اور رویوں کو واضح کرتا ہے یہ شمع کی کہانی ہے جس کی شادی ہونے والی ہے وہ اپنے لیے سہانے خواب آنکھوں میں سجائے پھر رہی ہے مگر اس کی بڑی بہن اسے سمجھاتی ہے کہ شادی کے بعد اور عورت کی اپنی پسند ناپسند کچھ نہیں ہوتی بلکہ اسے خود کو شوہر کی مرضی کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے مرد جب ہنسائے کھل اٹھو۔۔۔ورنہ تم پر شک کرے گا"۔(11)

"اس کے سارے دکھ اب تمہارے دکھ ہوں گے آپ نے کہا اس کے ساتھ دکھ۔۔۔سسکتی خواہش جل کر خاک ہو جانے والی امیدیں "۔(12)

عورت اپنے گھر کو بسائے رکھنے کے لیے اپنے آپ کو مرد کی مرضی کے مطابق ڈھال لیتی ہے اپنی خواہشات کو جلا کر رکھ کر دیتی ہے مگر مرد اپنی فطرت سے مجبور ہو کے بیوی کے ہوتے ہوئے گھر سے باہر کی عورتوں کے ساتھ تعلقات رکھنا اور وہ بہت فخر کے ساتھ ان عورتوں کا ذکر بیوی کے ساتھ کرتا ہے۔

"رانو امریکہ سے لائی ہے ہماری پرانی دوست ہے۔ کبھی کبھی منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے اسے پی لوں گا "۔(13)

یہ شیام کی کہانی ہے جو روشن سے محبت کرتا ہے لیکن اس سے شادی نہیں ہو سکتی وہ نرملا سے شادی کر لیتا ہے جو بہت مشہور آرٹسٹ تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بیوی بچے شیام سے دور ہو جاتے ہیں بہت تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے اور اخبار میں ایک دوست کے لیے اشتہار دیتا ہے کہ جسے کسی نوکر کی یا ڈرائیور کی ضرورت ہے۔

"65ء سال کے ایک ریٹائرڈ شخص کو ایک دوست کی ضرورت ہے اس کی فیملی ہے۔ علم ،ادب ،آرٹ اور سنگیت کا شوق ہے۔دوست کسی بھی کمزوری اور کوتائی کو نظر انداز کر کے ہاتھ ملانا چاہتا ہے "۔(14)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

یہ سب افسانے میں انسان کی تنہائی کو موضوع بنایا گیا ہے کہ جب بڑھاپے میں جوان اولاد بیوی چھوڑ کر چلی جائے تو کس طرح انسان تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے اور دیوار سے بھی انسان خوف کھاتا ہے۔

یہ گاؤں پورنیما کی کہانی ہے جو گاؤں اپنی بیٹی جیسی اور دوسری کئی لڑکیوں کی عزت بچانے کے لیے اپنی عزت داؤ پر لگا دیتی ہے۔

"گاؤں کی ہزار لڑکیوں کی عزت لوٹنے سے پہلے اگر ایک سیوا خود یہ کاروبار کرے تو کیا برا ہے میں چاہتی ہوں یہ ظلم مجھ پر ختم ہو جاتی میری بیٹی کو ملتا کی طرف کو دیکھ نہ سکے۔۔۔اب تو جا۔۔۔لوگ آنے لگے ہیں "۔(15)

"بند دروازہ "ایک سادہ لودیہاتی آدمی پیارے کی کہانی ہے جو گاؤں میں اپنی بیوی چھوٹی کے ساتھ خوبصورت زندگی گزار رہا تھا،"یہ بات سارے گاؤں میں مشہور تھی کہ پیارے کا بیاہ اگر اس سے نہ ہوا ہوتا تو پیارے زہر کھا لیتا وہ بھی گھر کے کنویں میں ڈوب مرتی"۔(16)

مصنفہ نے اس افسانے میں دیہاتیوں کی سادہ لوئی اور شہریوں کے تیز مزاجی کو بیان کیا ہے کہ کس طرح شہری لوگ دیہاتوں کے احساسات اور جذبات سے کھیلتے ہیں اور انہیں زندگی بھر کا روگ دے جاتے ہیں۔ جیلانی بانو کے تمام افسانے اپنے اندر نیاپن لیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہر افسانے میں نیا موضوع متعارف کروایا ہے۔ ان کے افسانوں پر کسی کی چھاپ محسوس نہیں ہوتی انہوں نے کسی کی پیروی نہیں کی بلکہ اپنے لیے ایک الگ راستے کا انتخاب کیا ان کا اسلوب انتہائی سادہ اور دل کش ہے وہ قاری کو بور نہیں ہونے دیتی بلکہ اپنے افسانے کا حصہ بنا لیتی ہیں وہ منظر نگاری اس خوبصورت انداز میں کرتی ہیں کہ قاری بھی خود کو اس منظر کا حصہ سمجھتا ہے وہ اپنی آنکھوں سے تمام حالات واقعات دیکھ رہا ہوتا ہے کہ جیلانی بانو کے تمام افسانے اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں اور وہ معاشرے کے تمام مسائل کو اجاگر کرتی ہیں اتنی شدید غربت میں ملیشیم اپنی وفاداری محبت کرنے والی کما کر کھلانے والی بیوی کو فروخت کر دیتا ہے تاکہ کچھ دن تو پیٹ بھر کر کھا سکے۔ ملیشیم کو 100 روپیہ یکمشت مل جانے پر ساری بستی حسد کا شکار رہے لیکن پڑوسی کا تبصرہ افسانہ ہے۔

"پیٹ کی خندق بہت بڑی ہے ہائے صرف ایک عورت کی لاش سے باہر نہیں سکتی "۔(17)

جیلانی بانو نے خاص طور پر اس معاشرے کی بکتی ہوئی عورتوں کو کہانی میں پیش کیا جو معاشی نظام کا شکار ہوں یا مرد کی طاقت کا یہ گڑیا کی طرح مجبور ہیں مگر یہ مسئلہ صرف غربت کا نہیں "ڈریم لینڈ" کے عالی شان محلوں میں بھی عورت بک رہی ہے مگر وہاں بڑے بڑے سودے ہو رہے ہیں۔ جیلانی بانو نے اپنے افسانوں میں ایسی عورت کو پیش کیا ہے جو باشعور تعلیم یافتہ ہو کر بھی پسند کی زندگی گزارنے پر قادر نہیں۔ جیلانی بانو کی کہانیوں میں عورت کا باطنی کرب، ذہنی کیفیات، آزادی بھی گائے کا سودا، مشرقی عورت کے مسائل، ترقی پسندانہ منظر میں ملتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں عورت کے استحصال کا ذمہ دار مرد اور اس کے بنائے ہوئے نظام کو ٹھہرایا گیا ہے۔ جو اس وقت جاگیر دار اور اس کی پیدا کردہ نفسیات کی صورت میں ہے۔

لیکن زوال پذیر نذیر احمد جیلانی بانو کے فن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مرد پر تنقید اقتصادی نظام پر تنقید ہے چونکہ معاشرے کی بنیاد ظلم پر ہے اور اس معاشرے کا مرد بنا ہوا ہے اس لیے بہت ظالم ہے۔ عورت کی تقدیر اس طرح بدلنے کے لیے لازم ہے کہ معاشرے کا ڈھانچہ اس طرح بدلہ جائے کہ عورت مرد کو مساوی درجہ حاصل ہو جائے تاکہ حالات زندگی پر دونوں کا قابو رہے عورت کے المیے سے جیلانی بانو اس قدر معصوب ہوتی

ہیں کہ مرد کے خلاف تعصب کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں اسے ہمیشہ مسیحہ نظر آتی ہیں اور مرد راون"
(18)

جیلانی بانو نے افسانوں میں اپنے ماحول کے گرد و پیش کی زندگی اور ایسی زندگی سے وابستہ شب و روز کے مسائل کو ایمانداری کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کے افسانے ان معنوں میں انفرادی اہمیت کے حامل ہیں کہ اس میں ماضی، حال اور مستقبل کے اشارے بھی واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ اردو کے نسائی ادب میں وہ فکشن کے حوالے سے بہت مقام پر نظر آتی ہیں اور یہ مقام انہوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے بل پر حاصل کیا ہے۔ گھریلو سیاست کا شکار متوسط طبقے کی عام عورت جیلانی بانو کے افسانوں میں مرکزی کردار ہے۔ جو مختلف زمانوں میں اپنی مٹتی شناخت کے حصول کے تگ و دو میں مصروف ہے۔ ایک طرف ایسی عورت ہے جو اپنی بے بسی اور لاچاری کا رونا روتی نظر آتی ہے اور دوسری طرف ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والی اشتراکی نظریات کی حامل عورت بھی ہے ان کا افسانہ "اسکوٹر والا "عورت کے توہمات اور منتشر نظریات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے خلفشار کو خوبی سے بیان کرتا ہے۔

حوالہ جات

-1 روزنامہ ایکسپریس، 31اکتوبر 2011ء
-2 ایضا
-3 ایضا
-4 ایضا
-5 ایضا
-6 روزنامہ ایکسپریس 16، اکتوبر 2011ء
-7 ایضا
-8 محمد حامد سراج، (تلخیص و ترتیب)، نامور ادیبوں کی آپ بیتا، بک کارنر، جہلم 2012ء ص 443
-9 جیلانی بانو، "نئی عورت "فکشن ہاؤس، لاہور 1993ء ص 12، 11
-10 انوار احمد، ڈاکٹر، "اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ "مثال پبلیشرز فیصل آباد 2010ء ص 456
-11 بے مثال افسانے، ص 64
-12 ایضا ص 64
-13 ایضا ص 67
-14 ایضا ص 135
-15 ایضا ص 211
-16 عبادت بریلوی، ڈاکٹر، "افسانہ اور افسانے کی تنقید "ادارہ ادب و تنقید، لاہور 1986ء ص 99
-17 جیلانی بانو، بے مثال افسانے، فکشن ہاؤس، لاہور 1993ء ص 180
-18 نذیر احمد، رسالہ الفاظ، شمارہ جون، کراچی 1984ء ص 20